سے مسئلہ زیادہ بڑھ جائے گا اور اس سے یہ تاثر پیدا ہوگا کہ مسیحیت، مغرب کے مترادف ہے اور یہ سب کچھ امریکہ بہ مقابلہ عرب دُنیا ہے۔"

دوسرے شرکاء نے نئی سوچوں پر بحث مباحثہ کیا۔ مثال کے طور پر دعائیہ جلوس زیرِ بحث آئے یا "۱۰-۴۰ درجے کے دریچے" یا "۲۰۰۰ء" جیسے تصوّرات کے تحت ہونے والی سرگرمیوں پر اظہارِ خیال کیا گیا۔ کچھ شرکاء نے ان سرگرمیوں کو "موسمی اشاعت مسیحیت" کا نام دے کر تنقید کا نشانہ بنایا۔

"ورلڈ وژن" کے جناب مائرز نے کہا کہ "ہم امریکی مسیحی اپنی مقامی مسیحی جماعتوں میں منسلک رہنا چاہتے ہیں اور دُنیا بھر تک رسائی چاہتے ہیں، لیکن یہ بہت ہی بڑی چھلانگ ہے۔ جس بات کی ہمیں ضرورت ہے، وہ "رشتہ داری کا ربط" ہے جس میں آپ کو خداوند کے کنبے کے دو حصّوں کے طور پر طویل عرصے کے لیے باہم مل کر کام کرنا ہے۔"

[اکثر افراد نے کانفرنس میں شرکت کی دعوت قبول کی]، مگر مسلمان معاشرے میں کام کرنے والے ایک بڑے ہی تجربہ کار مشنری نے یہ کہتے ہوئے شرکت سے انکار کیا کہ یہ کوشش ایک غیر موثر اور از کار رفتہ انداز کو مضبوط کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ مختلف رپورٹوں کا حوالہ دیتے ہوئے اُنھوں نے کہا کہ جو مسلمان مسیحیت میں داخل رہتے ہیں، اُن میں سے نوّے فیصد دوبارہ اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ اس مسیحی کارکن نے کہا کہ مغربی مبشّرین مسلمان ملکوں میں مسیحیت کی کوئی ایسی شکل پیش نہیں کرتے جو موزوں اور ثقافتی اعتبار سے معاشرے کا حصّہ ہو بلکہ یہ کاوشیں واضح طور پر مغربی کلیسیائیت (Churchianity) عام کرتی ہیں۔

افریقہ

سوڈان: خانہ جنگی کے دوران میں مسیحیت پھیل رہی ہے۔

جنوبی سوڈان گزشتہ ۱۳ برس سے خانہ جنگی کا شکار ہے۔ تقریباً دس فیصد مسیحی آبادی کے ایک حصّے نے وفاقی حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھا رکھے ہیں جسے عالمی سطح پر اُن قوّتوں کا تعاون حاصل ہے جو سوڈان کے اندازِ سیاست سے اختلاف رکھتی ہیں۔ برِاعظم افریقہ کی مفاداتی سیاست کے نتیجے میں وقتاً فوقتاً سوڈان کے ہمسایہ ممالک سے بھی وفاقی حکومت کے خلاف برسرِپیکار طبقے کو تائید و حمایت حاصل ہو جاتی ہے۔ خانہ جنگی کے طویل عرصے میں قیامِ امن کی متعدد کوششیں کی گئی ہیں، مگر ان میں سے کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکی، تاہم تجزیہ نگاروں کی رائے میں یہ بات بھی واضح ہے کہ عسکری ذرائع سے کسی فریق کی کامیابی کا کوئی امکان نہیں، بالآخر یہ مسئلہ گفت و شنید اور مذاکرات ہی سے حل ہو گا۔